R. No. [illegible] Regd. No. L-[illegible]

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

جلد ۲۳۔ شمارہ ۱۶	ایڈیٹر۔ آل احمد سرور	۲۲ اپریل سنہ ۱۹۶۹ء

اداریہ

ہماری شاخیں اسکول چلائیں

ہندوستان کی یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں اختیاری اُردو کی تعلیم کا انتظام ہر جگہ نہیں مگر خاصی تعداد میں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بی۔اے اور ایم۔اے میں طلبا کی تعداد بہت زیادہ نہیں بلکہ روز بروز کم ہی ہوتی جاتی ہے۔ اس صورتِ حال کا ماتم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کو بدلنے کے ذرائع پر غور کرنا چاہیے۔ دراصل اعلیٰ تعلیم کا مسئلہ ثانوی تعلیم سے جڑا ہوا ہے اور ثانوی کا ابتدائی سے۔ ابتدائی منزل پر اردو کی تعلیم کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اوّل تو یہ صحیح بنیاد کا مسئلہ ہے مادری زبان میں ابتدائی تعلیم نہ ہو تو بچے کی شخصیت کی صحیح خطوط پر نشوونما نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ بھی ابتدائی اسکولوں میں اردو کی تعلیم ہوگی تو ثانوی اسکولوں میں اردو کے ذریعے سے تعلیم یا اردو کی اختیاری تعلیم کا انتظام ہوگا اور ایک کالج یا یونی ورسٹی میں اردو کی تعلیم کا سوال پیدا ہوگا۔ اس لیے یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں اردو کی تعلیم کے انتظام کے لیے بھی ابتدائی تعلیم کی منزل پر پورا انتظام کرنا ہے۔ اور بناؤ سجاوٹ سے کچھ نہیں ہوتا۔ پہلی بنیاد ڈالنے کے بعد ہی بالائی عمارت بن سکتی ہے۔ دستور کی دفعہ ۳۵۰ الف سے ابھی اردو والوں نے پورا فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ ثانوی تعلیم کی منزل پر سہ لسانی فارمولے پر اگر ایمانداری سے عمل کیا جائے تو بہت بڑے پیمانے پر اردو کی تعلیم کا خود بخود انتظام ہو جائے گا۔ مثلاً یو۔پی کے وزیر تعلیم نے جو اعلان کیا ہے اس پر عمل ہو تو ہر شہر یا قصبے کے اسکولوں میں پانچ طالب علم اردو لینے والے ضرور مل جائیں گے۔ اس طرح ہزاروں اسکولوں میں اردو کی تعلیم ہونے لگے گی۔ ان ہزاروں طلبا میں سے سیکڑوں یونی ورسٹی کی منزل پر اردو اختیاری مضمون کی حیثیت سے ضرور لیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے لیے اچھی کتابیں تیار کی جائیں اور یہ کتابیں حکومت ماہرین سے تیار کرائے یا ادبی انجمنوں کے سپرد یہ کام کیا جائے۔ تجارتی نقطۂ نظر سے اچھی کتابیں تیار نہیں ہو سکتیں۔ انجمن کی شاخوں کو اس وقت سب سے زیادہ توجہ ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی منزلوں پر اردو کی تعلیم کا انتظام کرانے پر دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ بالغوں کے لیے شام کے اوقات کے اسکول بھی کھولنے چاہئیں۔ اردو ادب سے دوسری زبان والوں کو بھی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ محنت مزدوری کرنے والے بھی پڑھنا چاہتے ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہماری شاخیں کم از کم ایک اسکول چلانے کی ذمہ داری اپنے سر لیں۔

انجمن کے جلسے

انجمن کی ادبی کمیٹی، مالی کمیٹی، مجلسِ عاملہ اور مجلسِ عام کے جلسے ۱۹ اپریل کو ہوئے۔ اس موقع پر جو فیصلے ہوئے ان میں سے اکثر یہ ہیں۔

(۱) انجمن نے ہر سال دو ادبی انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ انعام کی نوعیت اور شرائط طے کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے۔

اس اشاعت میں

(۲) مردم شماری کے بعد پروفیسر عبدالقادر سروری اور سکندر علی وجد انجمن کی مجلس عام کے ممبر چنے گئے۔

(۳) انجمن اپنی تنظیم کو مضبوط کرنے کے لیے اور اپنے کام کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے ایک لاکھ روپیہ کا فنڈ جمع کرے گی جنرل سکریٹری کو اس سلسلے میں خاص اجتماع کرنے عطیات وصول کرنے مخصوص ادبی تقریبات منانے۔ کتابچے شایع کرنے کی ہدایت کی گئی۔

(۴) شیکسپیر سال میں انجمن شیکسپیر کے ڈرامے کا ایک ترجمہ اور شیکسپیر کے اردو تراجم پر ایک کتابچہ شایع کرے گی۔

(۵) ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر انجمن کی طرف سے کچھ کتابوں کی اشاعت کا پروگرام بنایا گیا۔

(۶) شروع جولائی میں انجمن کی مجلس عام کا ایک خاص جلسہ حیدرآباد میں ہوگا جس میں انجمن کی آیندہ پالیسی اور پروگرام پر غور و خوض ہوگا۔

(۷) اکتوبر میں ایک کل ہند کانفرنس کی جائے گی جس کی جگہ اور تاریخ کا تعین صدر انجمن کریں گے۔

(۸) انجمن کے کتب خانے کے اردو مخطوطات کی ایک جامع فہرست جدید خطوط پر شایع کی جائے گی۔ اس سلسلے میں کام کا آغاز ہوگیا ہے۔

تعزیتی قرارداد

انجمن ترقی اردو ہند کی مجلس عام اور مجلس عاملہ کا یہ مشترکہ اجلاس محمد ایوب صدر ریاستی شاخ بہار کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اس کو بہار کے لیے خصوصاً اور ہندستان میں اردو دوستوں کے لیے عموماً بہت بڑا سانحہ تصور کرتا ہے۔

محمد ایوب بہار میں اردو تحریک کے رہنما اور ایک محنتی قومی کارکن تھے۔ ان کی قیادت میں بہار میں اردو کے ساتھ بہت سی ناانصافیاں ختم ہوئیں اور اردو کے لیے کئی حق ملے۔ انھوں نے بہار میں انجمن کی شاخوں کا ایک جال بچھا دیا تھا۔ اور گزشتہ اکتوبر میں انجمن کی طرف سے اردو ابتدائی اسکول کھولنے کا ایک بڑا پروگرام بنایا تھا۔ ان کے انتقال سے ہماری تحریک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

انجمن کے جلسوں میں شرکت کرنیوالوں کے اسمائے گرامی

۱۹ اپریل ۱۹۶۲ء کو انجمن کے جلسوں میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:-

(۱) پنڈت ہردے ناتھ کنزرو — صدر
(۲) ڈاکٹر سید عابد حسین — نائب صدر
(۳) پنڈت سندر لال — ”
(۴) ڈاکٹر عبدالعلیم۔
(۵) سید شہاب الدین دسنوی صاحب
(۶) حیات اللہ انصاری صاحب
(۷) پروفیسر سید مسعود حسن رضوی
(۸) ڈاکٹر راج بہادر گوڑ
(۹) مولوی حبیب الرحمٰن صاحب
(۱۰) شری جوگیندر سنگھ — نمایندہ حکومت ہند
(۱۱) مفتی عتیق الرحمٰن صاحب
(۱۲) امتیاز علی عرشی صاحب
(۱۳) شری بی۔ این۔ بھاردواج — نمایندہ حکومت ہند
(۱۴) ڈاکٹر گیان چند
(۱۵) پروفیسر سید احتشام حسین
(۱۶) ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی
(۱۷) حمیدہ سلطان صاحبہ
(۱۸) بیگم سلطانہ حیات
(۱۹) سید سجاد ظہیر صاحب
(۲۰) پروفیسر آل احمد سرور — جنرل سکریٹری

انجمن کی شاخ پارلیمنٹری حلقہ بیرون دلّی

مجلس عاملہ کی میٹنگ ۱۲ر اپریل ۱۹۶۲ء کو رشید مارکیٹ میں زیر صدارت چودھری علی حسن سرپنچ منعقد ہوئی۔ سردار کرپال سنگھ ساہنی خزانچی ضلع شاخ نے ممبران کے اعزاز میں پرتکلف دعوت دی۔ اس میٹنگ میں شاخ کے زیر اہتمام مختلف علاقوں میں ماہانہ ادبی نشستیں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پہلی ماہانہ ادبی نشست ۲۶ر اپریل کو نانگلوئی میں ہونی قرار پائی۔ ۱۷ر مئی ۱۹۶۲ء کو تحصیل کرنجہ میں مشاعرہ کیا جائے گا جس کی صدارت نائب مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات لالہ شام ناتھ اور افتتاح چیرمین محکمہ تعلقات عامہ دہلی جناب گوپی ناتھ امن کریں گے۔ دہلی۔ پنجاب اور یو۔ پی کے شعرا کو شرکت کے لیے مدعو کیا جائے گا۔ (نند لال پروانہ جنرل سکریٹری)

ادبی نشست کا انعقاد

کوٹہ (راجستھان) ۹ر اپریل۔ بزم ادب کوٹہ کے زیر اہتمام جناب محمود ہاشمی کے اعزاز میں ایک ادبی نشست منعقد ہوئی۔ اس موقع پر مقامی ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تخلیقات پڑھ کر سنائیں۔ یہ نشست ۹ بجے شب شروع ہو کر ایک بجے شب ختم ہوئی۔

(سکریٹری بزم ادب۔ کوٹہ)

عظیم الشان صدیقی

باغ و بہار کے ماخذ سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

اردو قصہ چہار درویش موسوم بہ باغ و بہار کے ماخذ کا مسئلہ اب تک ایک طویل بحث کا موضوع رہا ہے۔ باغ و بہار کے پہلے اڈیشن کی موجودگی میں یہ بات پایۂ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ میر امن نے اپنے قصہ کی بنیاد محمد حسین عطا خاں تحسین کی "نو طرز مرصع" پر رکھی ہے لیکن ان دونوں میں جو اختلافات ہیں ان کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ میر امن کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں یا کوئی اور نسخہ بھی ان کے پیش نظر رہا تھا۔

میر امن نے باغ و بہار کے دیباچہ میں فارسی قصہ چہار درویش کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کے مصنف یا مرتب کا نام نہیں دیا۔ ڈاکٹر عبد الحق نے باغ و بہار کے دیباچہ میں عشقی کے فارسی قصہ چہار درویش سے مقابلہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ باغ و بہار کا ماخذ فارسی قصہ نہیں بلکہ تحسین کی نو طرز مرصع ہے۔ لیکن باغ و بہار اور نو طرز مرصع کے اختلافات نیز میر امن کے فارسی قصہ چہار درویش کے تذکرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باغ و بہار کسی فارسی قصہ سے ضرور متاثر ہے۔ اور امیر خسرو والی روایت بھی انھوں نے فارسی قصہ سے لی ہے لیکن وہ فارسی نسخہ کون سا تھا؟

حافظ محمود شیرانی نے اپنے ایک مقالہ (مقالات شیرانی) میں اور نور الحسن ہاشمی نے "نو طرز مرصع" کے دیباچہ میں اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کاوش میں انھیں بھی ڈاکٹر عبد الحق کی طرح غلط فہمی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر عبد الحق کی غلطی یہ ہے کہ انھوں نے دوسرے فارسی نسخوں کی موجودگی میں عشقی کے قصہ چہار درویش سے تقابل کر کے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے کہ باغ و بہار کا ماخذ فارسی قصہ نہیں ہے، حالاں کہ عشقی، محمد علی المخاطب بہ معصوم خاں کے علاوہ انجب و ذرّتی نے بھی فارسی میں یہ قصہ لکھا تھا۔ ان کے علاوہ مزید پانچ نسخوں کا تذکرہ ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی تصنیف "شمالی ہند کی اردو نثری داستانیں" میں کیا ہے۔

ڈاکٹر عبد الحق نے باغ و بہار کے پہلے اڈیشن کی موجودگی میں اس کا ماخذ "نو طرز مرصع" کو بتا کر میر امن کو مورد الزام ٹھہرایا ہے حالانکہ باغ و بہار کا پہلا اڈیشن اس عبارت کے ساتھ شائع ہوا تھا "باغ و بہار تالیف کیا ہوا میر امن دلی والے کا ماخذ اس کا نو طرز مرصع کہ وہ ترجمہ کیا ہوا عطا حسین خاں کا ہے"۔

حافظ محمود خاں شیرانی نے اردو قصہ چہار درویش کا ماخذ میر احمد خلف شاہ محمد کے قصہ چہار درویش کو بتایا ہے اور باغ و بہار کی امیر خسرو والی روایت کو اس سے منقول کہا ہے۔ نور الحسن ہاشمی ان سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے ہیں اور انھوں نے باقاعدہ محمد علی اور میر احمد خلف شاہ محمد والے نسخوں کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ جو اختلافات ان دونوں میں ہیں وہی "نو طرز مرصع" اور "باغ و بہار" میں ہیں۔ اس سے باغ و بہار کا ماخذ نہ صرف نو طرز مرصع ہے بلکہ فارسی قصہ چہار درویش مصنفہ میر احمد خلف شاہ محمد ہے اور میر امن نے قصہ کی دروبست اسی والے نسخہ سے اخذ کی ہے اور عبارت میں نو طرز مرصع ہی کو پیش نظر رکھا ہے۔ لیکن یہ رائے اسی طرح محل نظر ہے جیسے ڈاکٹر عبد الحق کے خیالات سے مکمل اتفاق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

محمود شیرانی اور نور الحسن ہاشمی نے فارسی قصہ چہار درویش مرتبہ میر احمد خلف شاہ محمد کے تین اڈیشنوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلا اڈیشن قاضی محمد ابراہیم بن قاضی نور محمد نے ۲۳ رمضان ۱۲۹۵ھ کو شائع کیا تھا۔ دوسرا اڈیشن شیخ الٰہی بخش جلال احمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے طبع کرایا تھا اور تیسرا اڈیشن باختلافات قلیل مطبع محمدی بمبئی نے ۱۳۱۲ھ میں چھاپا تھا۔ اس میں تکملہ بختیار نامہ بھی شامل ہے اور میر احمد کا دیباچہ نکال دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیسرا اڈیشن ہی محمود شیرانی اور نور الحسن ہاشمی کی نظر سے گزرا ہے اور انھوں نے اس اختلاف اور دیباچہ کی غیر موجودگی میں پہلا اڈیشن تلاش نہیں کیا یا ملا ہے تو ناقص۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے بھی اسی تحقیق پر اکتفا کیا ہے انھوں نے باغ و بہار کے ضمن میں فارسی نسخہ کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ وہ کون سا نسخہ تھا۔ اگر چہ میر احمد والے فارسی قصہ کا پہلا اڈیشن محمود شیرانی اور نور الحسن ہاشمی نے دیکھا ہوتا تو اس کے صفحہ اول کی یہ عبارت "قصہ فصاحت حصہ بہتر از باغ و بہار مرصع بطرز خویش" اور دیباچہ بھی ضرور ان کی نظر سے گزرتا جس میں میر احمد نے سبب تالیف بیان کیا ہے۔ یہ نسخہ دہلی یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے جس کے دیباچہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"امابعد این خوشہ چین خرمن ارباب معانی و زلہ ربائی اصحاب سخندانی ہیچمدان کج مج زبان الراجی الی رحمۃ اللہ الصمد العاصی میر احمد ابن قدوۂ حافظان جہان و زبدۂ قاریان دوران نشاہ بی مثل و منشی بے بدل حضرت شاہ محمد غفر اللہ لہما میگوید کہ در این ایام خریداران این کتاب فیض انتساب کہ نایاب بلکہ کمیاب بود بہ چار سوی عالم شتافتند اما نشانی نیافتند و از ین ہمت برگماشتہ بجادۂ جستجوئے مطلب خود سر کردند اما بی بجائی نبردند و مشتریان این داستان ہرچند کہ در دکاکین ہر شہر و مطابع جلیل القدر تلاش نمودند لیکن کسی در جواب آنہا بجز لفظ نیست نپرداخت و از مشرق تا مغرب روی زمین در نوردیدند مگر سہیل مطلوب نشان نیافت۔ لہذا جناب والا نسب انتساب فیضمآب برگزیدۂ بارگاہ رب کریم الحاج قاضی محمد ابراہیم صاحب ابن حاجی الحرمین الشریفین جناب قاضی نور محمد صاحب و ملا نور الدین بن جیوا خان منظور نظر خاص و عام بتلاش بیحد و کوشش بیحد و تفحص بسیار و تجسس بیشمار و صرف رقم کثیر و زر خطیر چند نسخہ قلمی بہم رسانیدند اما بسبب اندراس و کہنگی یک نسخہ از انہا سالم و صحیح نیافتند یکی دو جزو از سہ ندارد و دیگری از ابتدا غرضیکہ ہمہ بوسیدہ و کرم خوردہ بود

بکمال محنت و جانفشانی بدہم ارتباط دادہ و اجزای ازہم پاشیدہ و غلط شدہ را از نسخہ اردو مترجمہ میرامن دہلوی نیز مقابلہ کردہ بمقتضای عالی ہمتی خویش خواستند کہ نہ تنہا این نعمت غیر مترقبہ بذات خود مستفیض شویم بلکہ جمیع برادران از مطالعہ اش بہرہ وافی و حظ کافی می اندوزند۔ این بستان مندرسہ راکہ از جا بجا گلہای حروفش پژمان بود و غروبہ شہای سطورش مسمار و خراب نمودند بہ آبیاری طبع سیراب فرمودند۔"

اس کے بعد سبب تالیف کے سلسلہ میں امیر خسرو والی روایت ہے اس کا پہلا ایڈیشن ۲۳ رمضان المبارک سنہ ۱۲۹۵ھ کو طبع ہوا۔ خاتمۃ الطبع کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"بحمد اللہ و نعت احمد پاک — کہ شد ختم این کتاب از فضل آن پاک
جہان را بود شور فش بیش از بیش — شدہ جویاں کہ با ہم چاپ در ویش
اگرچہ در زبان ہندیاں بود — دلم را جستجوی این چناں بود
کہ گر در فارسی یابم ہمانم — بطبع مطبع خود در رسانم
بامداد خدای پاک و سبحان — چو بعد از جستجو گشتہ نمایاں
بانتظام معلی نام اور — ز نور الدین و زہر سہ برادر
کہ آن را قاضی ابراہیم مرحوم — بجلائے خود نشاندہ شد ز معدوم
بہ بست و سومی تاریخ رمضان — سن پنج و نود صد و دوازدہ دان
درین مطبع کہ نامی حیدری شد — شدہ ختم و زہر عیبی بری شد"

صفحہ اول کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ باغ و بہار اس سے پہلے وجود میں آ چکی تھی اور ان کے سامنے تھی اور مزید اس کے دیباچہ کو پڑھنے کے بعد کسی غلط فہمی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

میر احمد نے جیسا کہ دیباچہ میں لکھا ہے کہ قاضی محمد ابراہیم صاحب ابن حاجی الحرمین الشریفین جناب قاضی نور محمد صاحب ملا نور الدین بن جیوا خاں کی تلاش بسیار کے بعد انھیں چند فارسی نسخے دستیاب ہوئے تھے لیکن وہ بہت ناقص، بوسیدہ و کرم خوردہ تھے، کوئی مکمل نہ تھا انھوں نے ان فارسی نسخوں نیز میر امن کے اردو قصہ کی مدد سے یہ فارسی قصہ مرتب کیا۔ فارسی نسخوں کے ناقص ہونے کی صورت میں ظاہر ہے کہ وہ باغ و بہار سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور انھوں نے اپنے فارسی قصہ کی دروبست کی بنیاد میر امن کے اردو قصہ پر رکھی ہے البتہ زبان کے معاملہ میں انھوں نے فارسی نسخوں کو بھی سامنے رکھا ہے۔

میر احمد کے سامنے کئی فارسی نسخے تھے لیکن انھوں نے کسی مصنف یا مرتب کا نام نہیں دیا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان فارسی نسخوں کے ناقص ہونے کی وجہ سے وہ ان کے مصنف یا مرتب کا نام معلوم کرنے میں ناکام رہے ہوں گے ورنہ جس طرح انھوں نے میر امن کے اردو قصہ کا حوالہ دیا ہے اسی طرح وہ فارسی قصوں کے مصنفین یا مرتبین کے ناموں کا ضرور تذکرہ کرتے۔

میر احمد نے امیر خسرو والی روایت بھی میر امن ہی سے لی ہے لیکن یہاں اس خیال کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ممکن ہے کہ ان فارسی نسخوں میں امیر خسرو والی روایت ہو اس لیے انھوں نے اپنے یہاں بھی اسے نقل کرنا مناسب سمجھا یا ان کے سامنے وہی فارسی نسخہ ہو جو میر امن کے پیش نظر رہا تھا اور جس سے انھوں نے یہ روایت نقل کی ہے اور اپنے قصہ کے دروبست کا انتظام کیا ہے۔ اس خیال کو میر احمد کے فارسی قصہ اور میر امن کی باغ و بہار کی غیر معمولی یکسانیت و مشابہت سے بہت زیادہ تقویت ملتی ہے۔ لیکن اس فارسی قصہ کا مصنف کون تھا یہ ابھی محققین کے لیے دریافت طلب ہے لیکن یہ بات یقین و اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ باغ و بہار کا ماخذ میر احمد کا فارسی قصہ بھی نہیں ہے۔

پنجاب کی لسانی پالیسی میں تبدیلی نہیں ہوگی

بحوالہ انڈین ایکسپریس۔ اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے پنجاب کے وزیر تعلیم مسٹر موہن لال نے کہا کہ ریاست کے تعلیمی اداروں میں اردو کو لازمی قرار نہیں دیا جائے گا۔ سرکاری لسانی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن مالیر کوٹلہ اور میوات کے علاقوں میں اردو کی حوصلہ افزائی ضرور کی جائے گی۔

مرزا غالب کی صد سالہ برسی

وارانسی (بذریعہ ڈاک) جمعہ ۲۷ مارچ کو یہاں ادیبوں اور شاعروں کی ایک مشاورتی نشست جناب عبد القدوس نیرنگ کی صدارت میں ہوئی جس میں جناب ظفر الاسلام ظفر کی تحریک پر طے کیا گیا کہ بنارس میں مرزا غالب کی صد سالہ برسی سنہ ۱۹۶۹ء میں ایک مخصوص پروگرام کے تحت منائی جائے اور اس پروگرام میں غالب کو ہندوستان کی تمام علاقائی زبانوں سے روشناس کرانے کا ایک قابل عمل منصوبہ بھی شامل ہو۔ مستقبل قریب میں ایک وسیع ترین لسانی جلسہ منعقد کرنے، ابتدائی کاموں کی انجام دہی اور پروگرام کا خاکہ مرتب کرنے کے لیے ایک تیاری کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی جس کے عہدہ دار حسب ذیل ہیں:۔

صدر حضرت مسلم الحریری، نائب صدر عبد القدوس صاحب نیرنگ، سکریٹری جناب تجلی سکندر پوری، جوائنٹ سکریٹری جناب مدن لال کورانہ، جناب ابو الحسن صبا اور جناب عبد اللہ بنارسی، خازن جناب عبد الحمید۔

جلسے میں بنارس کے رئیس اعظم مولوی عبد المتین صاحب کے انتقال پر ایک تعزیتی تجویز بھی منظور کی گئی۔ جنھوں نے دو ماہ کی علالت کے بعد ۲۷ مارچ کو وفات پائی۔

(اس سلسلے میں ایک مرکزی کمیٹی دہلی میں بن چکی ہے جس کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریہ ہند ہیں — ادارہ)

چندر پرکاش شاد

یہ عرصۂ حیات!

بادو باراں کے ساتھ اُڑی ریت ہر طرف
راہوں کے جو نشاں تھے مٹاتی چلی گئی
جو سایہ دار پیڑ تھے ڈھاتی چلی گئی
طوفاں بھی آئے آگ بھی برسی فضاؤں سے
تاریکیوں کے ناگ بھی پھنکارتے رہے
منزل کی سمت بڑھنے کا جب حوصلہ کیا
ہر گام پر فریب کے کانٹوں نے ڈس لیا!

جو حال کل تھا آج بھی ویسا ہی حال ہے
اس حال میں تو سانس بھی لینا محال ہے!

انسان بے نوا ہی سہی ایسے حال میں
الجھا ہوا ہے لاکھ فلاکت کے جال میں
ہر لمحہ ایک شورشِ بارانِ قہر ہے
اس عرصۂ حیات میں ہر سمت زہر ہے
لیکن نگاہِ شوق کو پانا ضرور ہے
جینے کی کوششوں میں ابد کا سرور ہے

صحرائے بے کنار کو زخمِ شکست اور
اے آہوئے امید ذرا ایک جست اور!

احمد رئیس

غالب!

اُردو کو تو نے ایک نیا رُخ عطا کیا
وحشتِ سخن کو تو نے گلستاں بنا دیا!
تیرے خیال و فکر کی خوشبو سے آج بھی
مہکا ہوا ہے سارا دبستانِ شاعری
شہرِ غزل میں تیری بڑی دھوم دھام ہے
تو اہلِ دل کا، اہلِ نظر کا امام ہے!
تو مہرِ زر نگار ہے اے جانِ انجمن
کرتے ہیں تجھ سے کسبِ ضیا صاحبانِ فن
پایا ہے تجھ سے شاہدِ ہستی نے رنگ و نور
بخشا ہے تو نے ایک جہاں کو نیا شعور
تیری نوا میں سوزشِ قلبِ عوام ہے
تیرا پیام آدمِ نو کا پیام ہے
غالب! تو ارتقا کا نیا ایک باب ہے
غالب! تو ایک عہد کی زریں کتاب ہے

یوم ایوب مرحوم

زیر ہدایت بہار ریاستی انجمن ترقی اردو (ہند)، "یوم ایوب مرحوم" کے سلسلے میں بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو (ہند) گیا و ہمدردان اردو کا ایک اہم جلسہ زیر صدارت جناب جگیشور پرشاد خلش ایم۔ اے۔ ایل۔ بی (بہار) ڈاکٹر کاظمی صاحب کے مکان پر ہوا۔

صدر انجمن جناب قاضی محمد حسین، جناب کیپٹن محمد شاہ جہان ایم۔ اے (بہار) اور جناب حکیم حیدری ڈیٹر ... نے ایوب صاحب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔ حافظ مسعود احمد صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گیا نے ایک درد انگیز تقریر فرمائی۔ موصوف نے صدر مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: "موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ بعض کی موت پر کچھ لوگ روتے ہیں، بعض ایسے ہیں کہ ان کی موت پر سب روتے ہیں۔ ایوب صاحب موخرالذکر لوگوں میں تھے۔ ان کی موت پر سب روئے۔ اُن کا ماتم سب اردو والوں نے کیا۔ وہ ایثار و خلوص کا پیکر تھے۔ وہ اردو کے سچے بیٹے اور مرے تو اس داغ کے ساتھ گئے کہ ریاست بہار میں اردو کا مشن جسے وہ لے کر چلے تھے پورا نہ ہو سکا۔ اب یہ وقت عمل کا ہے۔ رسمی باتوں سے اور رسمی تقریروں سے مقصد کا حصول محال ہے۔ اس کے لیے سب کو مل کر جد و جہد کرنا ہوگی۔ آئیے ہم سب مل کر عہد کریں کہ مرحوم کے ناتمام مشن کو ہم پورا کر کے رہیں گے۔ یہ کام گو سہل نہیں مگر اس کی تکمیل ہی مرحوم کے لیے سب سے بہتر خراج عقیدت ہے۔"

آخر میں جناب جگیشور پرشاد خلش نے اپنی صدارتی تقریر میں ایوب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا "گو ایوب صاحب اب ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر ان کی دی ہوئی روشنی ہمارے دلوں میں اور ان کا چھوڑا ہوا کام ہمارے سامنے ہے۔ اردو کا جو مشن مرحوم لے کر چلے تھے اُسے پورا کرنا اب ہمارا فرض ہے اور ہم اس فرض کو پورا کریں گے"۔ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ اردو کی مقبولیت کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اردو والے زبان اتنی عام فہم اور سادہ بنا دیں اور بھاری بھرکم الفاظ سے زبان کو بچائیں کہ پورا ملک اردو ہی سمجھنے اور بولنے لگے۔

آخر میں مندرجہ ذیل قرارداد بہ اتفاق رائے منظور کی گئی:-

مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گیا و ہمدردان اردو کا یہ تعزیتی جلسہ جناب محمد ایوب صاحب مرحوم صدر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو (ہند) کی رحلت پر ایک بار پھر اپنے دلی صدمہ کا اظہار کرتا ہے، نیز یہ عہد کرتا ہے اردو کے لیے مقامی طور پر جو پروگرام مرحوم نے مرتب کیا تھا اس کو اس شہر کے تمام اردو دوست عوام و خواص پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

نیز یہ بھی طے پایا کہ حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنائی جائے جو مقامی طور پر اردو کی ترویج و اشاعت و اردو دانی کے لیے ایک مناسب اور واضح پروگرام مرتب کرے اور اسے بروئے کار لایا جائے۔ (بقیہ صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو)

کل ہند اردو کنونشن

گذشتہ ہفتے میں نے کل ہند اردو کنونشن کے اشتہار، پوسٹر اور کتابچہ موسومہ "اسباب و مقاصد کا ایک جائزہ" دیکھا اور میں خاموش ہی رہتا لیکن بعض باتیں مجھے ایسی نظر آئیں جن سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے موقر اخبار کے ذریعے بعض باتیں واضح کر دوں۔ اشتہار میں حسب ذیل عبارت "اردو کی بقا کے لیے حکومت کی جانب سے جو بھی یقین دہانیاں یا فارمولوں کے اعلانات کیے گئے ہیں وہ ہمارے لیے ناکافی ہیں۔ اور ہمارا کم سے کم مطالبہ یہ ہے کہ اردو کو دوسری سرکاری یا علاقائی زبان تسلیم کیا جائے" اس تیور سے درج کی گئی ہے جس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ شاید یہ کنونشن اول بار اردو کے علاقائی زبان بنانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے مگر اتنا بھی کمزور نہیں ہے کہ وہ یہ بھول جائے کہ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کا پرزور مطالبہ شروع سے رہا ہے کہ اردو کو اس ریاست یا اور بعض اور ریاستوں میں علاقائی زبان کا درجہ دیا جائے چنانچہ اسی لیے یو۔پی میں بائیس لاکھ دستخط کرائے گئے کنونشن کیا گیا اور صدر جمہوریہ کے پاس وفد لے جایا گیا اور اب تک یہ مطالبہ برابر کیا جا رہا ہے انجمن ترقی اردو نے حصول مقصد کا ایک طریقہ بنایا تھا۔ بانیان کنونشن نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کوئی دوسرا طریقہ اور کون سا اختیار کریں گے کنونشن کا لفظ بھی غلط استعمال ہوا ہے جو چیز ایک مرتبہ اتنے اہتمام اور دھوم دھام سے طے ہو چکی ہے اس کے دوبارہ طے کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

یقین دہانیاں یا فارمولے جن کے اعلانات کو اس حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے انھیں خود انجمن ترقی اردو ناکافی سمجھتی ہے اور برابر اس جدوجہد میں لگی ہوئی ہے کہ اردو کو اس کا صحیح مقام دیا جائے لیکن یہ یقین دہانیاں اور فارمولے سیاہ جھنڈوں، زبردست مخالف نعروں اور ڈنڈوں اور چھروں کی مار اور خون کی دھار کے راستے سے حاصل ہوئے ہیں۔ آسانی سے نہیں ملے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد وہ دن بھی آیا تھا کہ ایک بچہ اردو نہیں پڑھ رہا تھا، اردو کی حمایت غداری تصور ہوتی تھی۔ اردو اور پاکستان کے ڈانڈے ایک دوسرے سے ملا دیے گئے تھے، بازار میں اردو کی ایک کتاب نہیں ملتی تھی۔ عدالتوں میں اردو کا ایک لفظ استعمال نہیں ہو سکتا تھا حتیٰ کہ عدالتوں میں دستاویزات پر "تسلیم نہیں ہے" کے بجائے "سویکار نہیں ہے" لکھا جاتا تھا۔ آج انجمن ترقی اردو کی کوششوں سے قریب تین لاکھ بچہ اردو پڑھ رہا ہے بنارس جیسے شہر میں دس سال کی مقدمہ بازی کے بعد تیس اسکولوں میں اردو رائج ہو گئی ہے۔ نوٹیفکیشن وغیرہ کے ترجمے اردو میں چھپ رہے ہیں۔ بعض اضلاع میں اردو سرکاری زبان مان لی گئی ہے۔ ہائی اسکول کے رولز سوال اور کورس بدل گئے اور اردو میں جواب لکھنے کی اجازت ہے۔ اردو کی کتابوں پر انعامات دیے جاتے ہیں۔ دستاویزات اردو میں رجسٹری ہو سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہم محنت کریں تو اردو کے زندہ رہنے کا سامان مہیا ہو گیا ہے۔ نفرت گھٹ گئی ہے۔ ابھی بجٹ کے موقع پر ثانوی درجے میں اردو کی تعلیم کے انتظام کا اعلان ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سب ناکافی ہے اور انجمن ترقی اردو انھیں ببانگ دہل ناکافی قرار دیتی ہے لیکن یہ کہہ دینا کہ یہ کچھ نہیں ہیں اور ان کو پائے استحقار سے ٹھکرا دینا اور ان کوششوں اور قربانیوں کی قدر نہ کرنا جن سے یہ مراعات حاصل ہوئی ہیں تاریخ کا منہ چڑانا اور غیر ذمہ دارانہ گفتگو کرنا ہے۔

مطالبات

بانیان کنونشن نے جو مطالبات پیش کیے ہیں ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو انجمن ترقی اردو نے باضابطہ اور سرکاری طور پر پیش نہ کیا ہو۔ البتہ وہ ان مطالبات سے بہت کم ہیں جو انجمن ترقی اردو وقتاً فوقتاً پیش کرتی رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انجمن ترقی اردو کا کل لٹریچر منتظمین کی نگاہ سے نہیں گزرا اور اس لیے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے مطالبات جو پہلے سے کم ہیں وہ اور بھی کم نہ ہو جائیں مثلاً ذیل میں ان مطالبات میں سے چند کا تذکرہ کرتا ہوں یعنی محض مشتے نمونہ از خروارے۔

(۱) نارمل اسکولوں میں اردو ٹیچر بھی تیار کیے جائیں ورنہ جب پرانے اردو داں ختم ہو جائیں گے تو اردو کی تعلیم کیسے ہوگی۔

(۲) ثانوی سطح پر اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے جیسا کہ عام طور پر اصولاً حکام کے حلقوں میں طے ہو چکا ہے۔

(۳) ثانوی سطح پر بھی ٹریننگ ماسٹر تیار کیے جائیں۔

(۴) کریکولم اور سلیبس اردو میں بھی تیار کیا جائے اور ہر سال گزٹ میں شائع کیا جائے۔

(۵) اردو کی کتابوں کے لیے جو دشواریاں ہوتی ہیں وہ دور کی جائیں۔

(۶) جو بچے اردو بطور دیگر زبان لیتے ہیں ان کا کورس اول زبان کی نسبت سہل تیار کیا جائے۔ سر دست دونوں کورس ایک ہیں۔

(۷) سرکاری حکام کا اردو جاننا اس لیے ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ جو اردو پڑھنے کی وجہ سے ہر قسم کی ملازمتوں سے محروم ہو گئے ہیں اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ بات مبہم ہے۔ انجمن ترقی اردو کا موقف یہ ہے کہ اردو کے ایک پرچے میں اردو دانی کا امتحان پاس کرنا ہر حاکم کے لیے ضروری قرار دیا جائے اور وہ اس لیے کہ جب انتظامی اور عدالتی محکموں میں اردو میں درخواست دینے کی اجازت حکومت نے دی ہے تو حکام جب تک اردو نہیں جانیں گے وہ ان درخواستوں اور دستاویزوں کو بھی کیسے پڑھیں گے۔

اب یہ حق مل گیا ہے کہ اردو دستاویزوں کا ہندی ترجمہ مسل میں داخل کرنا ضروری نہیں ہے۔

انجمن اسلامیہ کا پلیٹ فارم

دوسری نہایت غلطی یہ ہے کہ یہ کنونشن "زیر اہتمام انجمن اسلامیہ اتر پردیش ہو رہا ہے" بانیان کنونشن کا یہ کہنا کہ

اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے اس طبیٹ فارم سے تضاد رکھتا ہے۔ اس کو مثال اس مثال سے سمجھ میں آجائے گا کہ اگر کوئی میلاد کمیٹی سیرت کا ایک جلسہ منعقد کرے اور اس میں وہ بابا رے کو مدعو کرے تو اس سے پلیٹ فارم کی نوعیت نہیں بدل جائے گی۔ اسی طرح ہندو حضرات کا اس میں شریک ہو جانا اس کو ہندوانی کرنا اصل مسئلہ کی نوعیت کو تبدیل نہیں کرتا۔ انجمن ترقی اردو کا موقف یہ ہے کہ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کبھی تسلیم نہیں کیا ہے کہ خواہ کتنی ہی دشواریاں پیش آئیں یہ ہے کہ اردو کا معاملہ سچائی اور انصاف پر مبنی ہے اور حالات بدلیں گے اور اردو کو اس کا جائز مقام ملے گا شرط صرف یہ ہے کہ محبان صحیح الخیال رہیں اور صبر و استقامت سے اپنے خونِ جگر کو پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔ زندہ دلانِ بنارس کی دس سال کی مسلسل جد و جہد کے بعد آخر کار وہاں اردو کا چلن ہوا اور یہی ہر جگہ ہوگا۔

محمد عادل عباسی (ایڈووکیٹ بستی)   (قومی آواز)

ریاستی انجمن یوپی کے صدر کی اپیل

لکھنؤ ۹ر اپریل۔ انجمن ترقی اردو کے صدر پنڈت آنند نرائن ملا نے ایک گشتی میں کہا ہے کہ اردو کو علاقائی زبان منوانے اور اس کے حقوق کے تحفظ کی جد و جہد کو تیز تر کیا جائے۔

ملا صاحب نے تمام ذمہ داران انجمن اردو سے درخواست کی ہے کہ اردو کو علاقائی زبان منوانے اور گورنمنٹ سے ملی ہوئی مراعات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری ہے کہ ماتحت شاخوں کو مکمل طور پر فعال بنایا جائے اور آئندہ جولائی میں اسکول کھلنے پر ان بچوں کا جن کی مادری زبان اردو ہے داخلہ کرانے کی پوری کوشش کی جائے۔ یہ کام اسی وقت انجام پا سکتا ہے جب کہ تمام کارکن اور محبانِ اردو منظم طور پر مندرجہ ذیل مستقل پروگرام کے ساتھ فوراً میدانِ عمل میں اتر آئیں۔

گشتی میں کہا گیا ہے کہ مقامی جماعتیں لازمی طور پر ماہ کام کا جائزہ لینے کے لیے میٹنگ کریں اور رپورٹ کارگزاری ریاستی دفتر کو روانہ کریں۔

میٹنگ کے ساتھ ایک ادبی نشست کا ہونا ضروری ہے تاکہ محبان اردو سے رابطہ قائم کیا جا سکے۔

آئندہ سال کے لیے ایسے لوگوں کو انجمن کا ممبر بنایا جائے جو اردو زبان کی ترقی کے لیے دلچسپی رکھتے ہوں اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کچھ وقت بھی دے سکیں۔

ہر شاخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دفتر قائم کرے جس میں لائبریری بھی ہونا چاہیے۔

انجمن تحفظ اردو (ہند) کے اخبار "ہماری زبان" کو دفتر کے لیے جاری کرائیں اور اپنی ہر کارروائی کو اس میں اور دیگر اخبارات میں شائع کرنے کے لیے بھیج دیا کریں۔

پنڈت آنند نرائن ملا نے صوبہ کے تمام محبان اردو سے درخواست کی ہے کہ جن جن مقامات پر انجمن کی شاخیں نہیں ہیں وہاں نئی شاخیں قائم کرنے کی کوشش کریں اور اس سلسلہ میں سکریٹری انجمن ترقی اردو اتر پردیش کو اطلاع دیں جن کا پتہ یہ ہے: قاضی مختار احمد آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو ہاؤس باغ کالس پور۔

نئی جماعتوں کی تشکیل اور اردو کی بقا و تحفظ کے پروگرام کو وسعت دینے کے لیے جلد ایک وفد ریاست کے مختلف مقامات کا دورہ کرے گا اور گشتی میں محبان اردو سے اپیل کی گئی ہے کہ اس وفد کے ساتھ تعاون کریں۔ (قومی آواز)

ہندی اور علاقائی زبانیں بذریعہ تعلیم کی حیثیت سے

وزیر تعلیم مسٹر ایم سی چھاگلا نے لوک سبھا میں بتایا کہ ۵۶ یونیورسٹیوں نے خاص خاص مضامین کے لیے ہندی اور دوسری علاقائی زبانوں کو علاوہ انگریزی کے ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے منظور کر لیا ہے۔ بنارس سنسکرت وشو ودیالیہ نے ہندی کے علاوہ سنسکرت کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے اختیار کر لیا ہے۔

نائمین فیلوشپ

بحوالہ ہندوستان ٹائمز، امریکہ کی ہروارڈ یونیورسٹی کے نائمین فاؤنڈیشن نے اس سال ایک ہندوستانی صحافی کے لیے ایک تحقیقی وظیفے کی پیشکش کی ہے۔

۴۰ سال سے کم عمر والے اور صحافت میں کم سے کم تین سال کا تجربہ رکھنے والے صحافی درخواستیں دے سکتے ہیں۔ درخواستیں ۳۰ر اپریل تک سکریٹری نائمین کمیٹی فار انڈیا، پریس انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا، ۲۶ لکشمی روڈ۔ دہلی کے پتہ پر پہنچ جانی چاہئیں۔

بیورو آف لینگویج اینڈ لٹریچر

مرکزی وزارت تعلیم میں جدید تشکیل کی رو سے پانچ محکموں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ثقافتی معاملات اور ہندوستانی زبانوں کی ترقی کا کام بیورو آف لینگویج لٹریچر اور فائن آرٹس (محکمہ زبان و ادب اور فنون لطیفہ) کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ تینوں اکاڈمیاں بھی اسی محکمہ کی نگرانی کام کریں گی۔

بقیہ یوم ابو جب مرحوم — سلسلہ صفحہ ۵

(۱) جناب غضنفر پرشاد نشن ایم۔ ایل۔ سی (چیرمین)
(۲) جناب محمد شاہ جہاں ایم۔ ایل۔ اے (رکن) (۳) رفیق عالم ہندوستانی (رکن)
(۴) سید مظفر نواب (رکن) (۵) جناب پروفیسر شاہ شکیل احمد (رکن)
(۶) ڈاکٹر ہاشمی (رکن) (۷) سید علی حیدر (رکن)
(۸) حکیم محمد یوسف پھلواروی (رکن) (۹) کلام حیدری (رکن)
(۱۰) حافظ سید مسعود احمد (کنوینر)

جلسہ تقریباً ۸ بجے شام کو ختم ہوا۔

سید امداد حسین آفس سکریٹری

اُردو کنونشن لکھنؤ

لکھنؤ ۱۲ر اپریل۔ اسلامیہ کالج ہال میں منعقد ہونے والے آل انڈیا اردو کنونشن نے مندرجہ ذیل قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی۔

"کل ہند اردو کنونشن کا یہ اجلاس جس میں اُتر پردیش، بہار، پنجاب، دہلی، مدھیہ پردیش اور راجستھان ریاستوں کے نمائندے شریک ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے حکومت وقت کی مسلسل اردو کش پالیسی کو انتہائی تشویش، بے چینی اور صد درجہ مایوسی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ یہ پالیسی اور اس پر عمل درآمد زیادہ تر ان ریاستوں میں عمل میں آرہا ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہی ریاستیں اردو زبان کا گہوارہ رہی ہیں اور یہیں یہ زبان زیادہ سے زیادہ پھولی پھلی ہے۔ اس کنونشن کی قطعی اور ناقابل تردید رائے ہے کہ حکومت وقت سے شدید مطالبہ کیا جائے کہ وہ ان صوبوں میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ہندی کے ساتھ اردو کو بھی سرکاری ریاستی زبان تسلیم کر کے اس پر عمل درآمد کرائے۔ یہ کنونشن اس معاملہ میں نہایت انکسار لیکن پوری طاقت سے اپنے اس ارادہ کا اظہار کرتا ہے کہ اردو کے جائز اور بنیادی حقوق کے حصول کے لیے ہر قسم کے دستوری اور آہنی ذرائع استعمال کیے جائیں گے جن میں ڈائرکٹ ایکشن بھی شامل ہے اس کے لیے ایک مجلس عمل کی تشکیل کی جائے جس کے اراکین کی تعداد ۲۱ ہو اور جس کو صدر محترم نامزد فرما کر اعلان کریں گے۔"

یہ قرارداد ایک مسودہ کمیٹی نے مرتب کی جو پنڈت سندرلال، شیخ مستنصر راشد، مولوی عبدالغنی ڈار، سلطان صلاح الدین اویسی ایم۔ ایل۔ اے حیدرآباد۔ چندر سریواستو اور خواجہ اطہر حسین پر مشتمل تھی۔

شام کو پیارے لال طالب صاحب کی صدارت میں بارہ دری میں بھی ایک جلسہ ہوا جس میں مولوی عبدالغنی ڈار، پنڈت سندرلال، شری اگرسین، ری پبلکن لیڈر چھیدی لال اور دوسرے حضرات نے تقریریں کیں جن میں اس بات پر زور دیا گیا کہ اگر ضرورت پڑی تو اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے راست اقدام بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس جلسہ میں تقریباً ۵ ہزار افراد شریک تھے۔

(بحوالہ سیاست جدید کانپور)

شکر نگر میں ماہانہ مُشاعرہ

منجانب انجمن ترقی اردو شاخ بودھن بتاریخ ۴ر اپریل سنہ ۶۲ء بمکان عادل رفیقی صاحب واقع شکر نگر زیر صدارت سید عبدالرشید صاحب رنگینیؔ ماہانہ طرحی مشاعرہ ترتیب دیا گیا جس میں مسرز۔ رنگینؔ، ساغر حیدرآبادی، منشقت، ارشد، غضنفر شاکر باجوامی، رشید، عید، روحی، عادل رفیقی، مہدی نے کلام سُنایا یہ دلچسپ مشاعرہ ایک ساعت شب پر اختتام کو پہنچا۔

(ساغر حیدرآبادی معتمد)

انجمن ترقیِ اُردو بمبئی کی تعزیتی قرارداد

انجمن ترقی اردو بمبئی کا یہ جلسہ سید ظہیر الدین علوی، شاد عارفی اور تخییر الہ آبادی کی وفات پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔

سید ظہیر الدین علوی اردو زبان کے بہترین اور انتھک خدمت گزاروں میں سے تھے۔ انھوں نے مسلم یونیورسٹی کی ملازمت ترک کر کے خود کو جامعہ اردو کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ جامعۂ اردو کے رجسٹرار تھے اور یہ خدمت انھوں نے اس وقت اپنے ہاتھ میں لی تھی جب جامعۂ اردو اپنے بالکل ابتدائی دور میں تھی اور ہزاروں مشکلات تھیں مرحوم کی کوششوں سے جامعۂ اُردو، اردو کا ایک اہم ادارہ بن گئی جس کے ذریعہ ہزاروں طلبہ اور طالبات اردو کے امتحانات میں شریک ہوتے ہیں۔ مرحوم ہی کی کوششوں سے جامعۂ اردو کی عمارت تعمیر ہوئی اور کئی یونیورسٹیوں نے جامعۂ اردو کو منظور کیا۔

شاد عارفی مرحوم اردو کے نہایت کہنہ مشق اور مشہور و مقبول شاعر تھے۔ انھوں نے نظمیں بھی لکھیں اور غزلیں بھی۔ ان کے کلام میں گہرا طنز ہوتا تھا۔ مرحوم طویل مدت سے بیمار تھے۔ ان کا کلام مشہور رسائل میں شائع ہوتا تھا اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

تخییر الہ آبادی کا شمار بمبئی کے اساتذہ میں ہوتا تھا۔ وہ سنہ ۱۹۴۳ء سے اس شہر میں اپنے فکر و فن کے چراغ جلائے ہوئے تھے۔ بہت سے طالبان فن نے ان سے استفادہ کیا۔ وہ بڑے خلیق، ملنسار اور مجلس انسان تھے۔ قدیم مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

انجمن ترقی اردو کا یہ جلسہ ان تینوں مشاہیر کی وفات کو اردو کا بڑا نقصان سمجھتا ہے اور ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

مُراسلات

مشاعروں کی زندگی خطرہ میں

پچھلی سال میں ہندوستان کے مختلف مقامات میں جو مشاعرے اور کوی سمیلن ہوئے ان کی تعداد کا اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ تقریباً چھوٹے بڑے چار سو مشاعرے اور کوی سمیلن ہوئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان شاعری کی محفلوں میں کتنا روپیہ صرف ہوا ہوگا۔ تھوڑی دیر کو فرض کر لیجیے کہ ان چار سو مشاعروں کا اوسط خرچہ فی مشاعرہ چار ہزار ہوا تو چار سو مشاعروں میں سولہ لاکھ کی رقم خرچ ہو گئی۔

ظاہر ہے کہ یہ کثیر رقم پبلک ہی کی جیبوں سے وصول ہوئی یہ تو ایک موٹا اندازہ ہے واقعی حساب لگایا جائے تو اس سے کہیں زیادہ رقم صرف ہوئی ہوگی۔

اب یہ دیکھیے کہ اس رقم کو خرچ کرنے سے فائدہ کتنا ہوا۔ بادی النظر میں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دو چار گھنٹے کی تفریح ہو گئی اور لوگوں کا وقت کٹ گیا۔ تفریح بھی انسان کے لیے ضروری ہے۔ اس پر بھی اعتراض نہیں تفریح بھی ضرور ہونا چاہیے لیکن اس گرانی میں کوئی بھی تفریح کی جائے تو ذرا دیکھ بھال کر کی جائے اس میں اندھا دھند روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں۔

اس دور میں مشاعروں کی مہمانداری کا خرچہ کرایہ اور نذرانہ سب ہی بڑھتے چلے جا رہے ہیں سب سے پہلے تو یہ تھا کہ شاعروں کو کرایہ اور ان کی مہمانداری کا خرچہ صاحب مشاعرہ کو دینا پڑتا تھا اور کھاتے پیتے شاعر نذرانہ اور کرایہ کو لیتے ہوئے شرماتے تھے اور جو لیتے بھی تھے وہ اس کو چپ چاپ جیب میں رکھ لیتے تھے کسی قسم کا سودا نہیں ہوتا تھا مگر جوں جوں زمانہ بدلتا گیا مشاعروں کی بھرمار شروع ہوئی شاعروں نے بھی رنگ بدل دیا اور ٹھیک بھی ہے کہ آئے دن کون اپنی جیب پر بار ڈالے۔ اب تو یہ ہے کہ جب کسی شاعر کے پاس مشاعرہ کا دعوت نامہ پہنچا اس نے اپنے مطالبات لکھ کر بھیج دیے اور جب ان کی مانگ پوری ہو گئی وہ مشاعرے کے پنڈال میں آ موجود ہوئے۔

اس وقت شاعروں کے بھی تین گریڈ بن گئے ہیں نمبر ایک کے شاعروں کا گریڈ ڈھائی سو روپے سے پانچ سو روپے تک اور نمبر ۲ کے شاعروں کا گریڈ ایک سو سے ڈھائی سو تک۔ نمبر ۳ کے شاعروں کا گریڈ پچاس سے سو دو سو تک کا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ کسی آل انڈیا مشاعرہ میں جب تک کوئی چوٹی کا مشہور شاعر نہ ہو مشاعرہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس لیے صاحب مشاعرہ یا سکریٹری کو شاعروں کی ایسی فہرست بنانی پڑتی ہے جس میں تقریباً سب ہی گریڈ کے شاعر آ جائیں۔ لسٹ بناتے وقت یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ مشاعرہ کے چندہ کی رقم کس قدر ہے اسی لحاظ سے شاعروں کو مدعو کیا جاتا ہے بعض وقت تو ایسا ہوتا ہے کہ مشاعرہ کی جمع شدہ رقم سے زیادہ خرچ ہو جاتا ہے اس وقت جس مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو بھی مشاعرہ کو منعقد ہونے کا فخر حاصل ہوا ہو۔

اب سوال تو یہ ہے کہ اس قدر رقم خرچ کرنے کے لیے اس زمانہ میں کہاں سے آئے۔ ملک میں مشاعرے کوی سمیلن کا رواج روز بروز ترقی پر ہے۔ خدا کے فضل سے نئے شاعر بھی آئے دن پیدا ہوتے جاتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انشاء اللہ اخراجات بھی بڑھتے ہی رہیں گے تو پھر پیش رو کون کرے گا اور کہاں سے رقم آئے گی۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک دوست سے بات چھڑ گئی۔ آدمی بہت سمجھدار اور جہاندیدہ تھے فرمانے لگے۔ بھائی ہماری رائے تو اب یہ ہے کہ آئندہ شاعروں کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے ان کے ریکارڈ بھروا کر منگا لیے جائیں اور اس کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جائے کہ جب کہیں مشاعرہ ہو تو جن جن شاعروں کی ضرورت پڑے وہ ادارہ اپنا آدمی بھیج کر ریکارڈ بھروا لیا کرے اور وہ ریکارڈ مشاعرہ میں بھیج دیا جایا کرے۔ اگر شاعر کی صورت دکھانا بھی ضروری ہو تو ریکارڈ کے ساتھ اس کی ایک تصویر بھی ہو اس کو سندپہ لگا دیا جایا کرے اس میں خرچہ بہت کم ہوگا اور بوڑھے شاعروں کو سفر کی صعوبت سے نجات مل جائے گی اور یہ تو اب کچھ ہی دن کی بات ہے پھر تو خدا نے چاہا تو ٹیلی ویژن گھر گھر ہو جائے گا اور یہ دقت بھی جاتی رہے گی۔

بات تو ان بزرگ نے اچھی کہی اس میں خرچہ بھی کم ہوگا اور ملک کے شاعروں کا ایک مستقل ریکارڈ ہو جائے گا۔ ضرورت ہے کہ ہمارے ملک کے ادب نواز اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کیوں کہ اگر خرچہ روز بروز بڑھتا گیا تو ایک دن آئے گا کہ مشاعرے ہونا ہی بند ہو جائیں گے مشاعروں کو زندہ رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی سستہ طریقہ نکالنے کی سخت ضرورت ہے ورنہ پھر وہ دن دور نہیں کہ مشاعروں کے بے لوگ ترسا کریں گے امید ہے کہ اس مسئلہ پر اور صاحبان بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے تاکہ یہ ادبی جلسے برقرار رہیں۔

(احمید الدین نظامی)

اُردو لُغت

اردو زبان اپنی لغت کی رنگا رنگی کے کارن وہ بجا طور پر مشرق کی نمایندہ زبان کہی جا سکتی ہے۔ سنسکرت سے لے کر انگریزی تک بیسیوں زبانوں کو اس نے خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ اردو لغت ایک وسیع و عمیق سمندر ہے جس میں دنیا کے تمام حصوں سے ندیاں آ کر گرتی ہیں۔

اردو الفاظ اپنے منابع کے لحاظ سے مختلف خانوں میں رکھے جا سکتے ہیں۔ تذکرہ یہاں ان ہی خانوں کا فرداً فرداً۔

تتسم — اردو کے ایسے تمام سنسکرت الفاظ کو تتسم کہتے ہیں جو اپنے اصل سنسکرت تلفظ اور املا سمیت سالم اور غیر متبدل حالت میں زبان کے اندر مستعمل ہیں۔ مثالیں — آشا، بھاشا، کلا، نیتا، ماتا، دانا وغیرہ۔

نیم تتسم — اردو کے ایسے تمام سنسکرت الفاظ کو نیم تتسم کہتے ہیں جو اپنے اصل سنسکرت تلفظ یا املا میں تبدیلی پا کر زبان میں چلتے ہیں۔ مثالیں — جتن (یتن)، دھرم (دھرم)، ... (ستھان) وغیرہ ...

تدبھو ۔ ایسے تمام سنسکرت الفاظ جو پراکرت، وغیرہ کے مختلف ادوار میں اپنے تلفظ و انضمام یا ہیئت وغیرہ میں تبدیلی پاکر اردو میں مروج ہوگئے ہیں، تدبھو کہلاتے ہیں۔ مثالیں — ہست، ہتھ، ہاتھ جدید اردو ہات۔ گرام، گام، گاؤں۔ سوبھاگیہ، سوہگ، گرے، سوہاگ، سہاگ۔

ملکی ۔ اردو کے ایسے تمام الفاظ جو قدیم ہندوستانی زبانوں کول، دراوڑ وغیرہ کے ہیں، ملکی کہلاتے ہیں۔ مثالیں — پیٹ، پٹارہ، چنگا (صحت مند) وغیرہ۔

نیم ملکی — اردو کے ایسے تمام الفاظ جو مسلم حملہ آوروں اور توسیع پسندوں کے ساتھ آئی ہوئی زبانوں کے ہیں، نیم ملکی کہلاتے ہیں۔ یہ صرف تین زبانیں ہیں۔ عربی، فارسی، ترکی۔ مثالیں اس کی بے شمار ہیں۔

غیر ملکی — عربی، فارسی، ترکی کے علاوہ تمام غیر ملکی زبانوں کے الفاظ جو اردو میں مستعمل ہیں غیر ملکی کہلاتے ہیں۔ زیادہ تر یہ زبانیں ہیں۔ فرینچ، ڈچ، پرتگیزی، پشتو، چینی، جاپانی، انگریزی وغیرہ۔

بیرونی — جدید آریائی زبانوں کے اپنے الفاظ جو اردو میں استعمال پذیر ہیں، بیرونی کہلاتے ہیں۔ مثالیں — تامل، تیلگو، مہاراشٹری وغیرہ۔

مشترک — وہ تمام الفاظ جو اردو، ہندی کی مشترکہ جایداد ہیں، مشترک کہلاتے ہیں۔ مثالیں بھری پڑی ہیں۔

خالص ۔ وہ تمام الفاظ جو اردو آبادی کے پیدا کردہ ہیں اور جن پر ہندی وغیرہ کسی کا بھی دعویٰ نہیں ہوسکتا، خالص کہلاتے ہیں۔ مثالوں کی کمی نہیں۔

(اقبال کرشن)

اس تقسیم سے اختلاف کی گنجائش ہے۔ ادارہ اس پر اظہار خیال کی دعوت دیتا ہے۔ ہماری زبان

غیاث کا اردو ترجمہ

لغت سازی اہل علم کا قدیم محبوب و مرغوب مشغلہ رہا ہے۔ اردو زبان اپنے قواعد کے اعتبار سے چوں کہ فارسی سے قریب تر ہے اس لیے اس زبان کے جتنے لغت بھی آج تک ترتیب دیے گئے وہ اپنی تہذیب و ترتیب کے لحاظ سے فارسی لغات کے اصولوں سے بہت کچھ مشابہت و مماثلت رکھتے ہیں۔ اور ان فارسی لغات میں بھی "غیاث اللغات" کو ایک زمانے میں "ام اللغات" کا مرتبہ حاصل تھا۔ حالاں کہ فرہنگ آنند راج، قاموس وغیرہ اپنی علمی فضیلت کے لحاظ سے ایک حلقے میں آج بھی مستند ترین لغات میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مقبولیت کے اسباب خواہ کچھ ہی ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ "غیاث" کو جو خداداد قبول عام حاصل ہوا۔ فارسی لغات میں شاید ہی کسی کو ایسی ہر دلعزیزی حاصل ہوئی ہو۔

"غیاث اللغات" کے مصنف مولوی غیاث الدین (بن جلال الدین) ریاست رامپور کے رہنے والے تھے جنھوں نے اپنی زندگی کے چودہ سال اس لغت کی ترتیب و تصنیف میں صرف کیے تھے اور اس کام کو انجام دینے کے لیے بے شمار کتابوں سے مدد لی تھی۔ اس سلسلے میں فارسی انشا کی درجنوں کتابیں۔ بہت سے فارسی دیوان، مثنویات، قصائد وغیرہ کے علاوہ جلال الدین سیوطی کی "لب اللباب" سے لے کر "برہان قاطع" تک کو مشعل راہ بنایا گیا تھا۔

"غیاث اللغات" کی حیرت انگیز مقبولیت کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضے بھی بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ اس کے "اردو ترجمہ" کی ضرورت کو بھی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا۔ اور جلد ہی وہ وقت بھی آگیا جب اردو کے انھیں محسن اعظم منشی نولکشور مرحوم کے ہاتھوں "غیاث" کا اردو ترجمہ بھی "نصیر اللغات" کے نام سے سامنے آگیا۔

اب تو فارسی کا ذوق ختم ہوتا جارہا ہے "غیاث" کا نام بھی صرف ایک محدود حلقے میں محصور ہوکر رہ گیا ہے۔ پھر اردو ترجمہ کا کیا ذکر؟ اور وہ دن بھی دور نہیں جب شاید یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں کہ "نصیر اللغات" کے نام سے کبھی غیاث کا کوئی ترجمہ اردو زبان میں کیا گیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ ہندو پاک میں آج لغت سازی کا کام جس ترقی یافتہ نظم و ضبط کے ساتھ انجام پارہا ہے اس نے ہماری لسانی ضروریات سے ہمیں بہت حد تک بے نیاز کردیا ہے۔ پھر بھی ہمیں بحد ذوق ان تاریخی اوراق سے اتنی وابستگی رکھنا ہی چاہیے کہ اگر اردو زبان کے لسانی مسائل تحقیقی طور پر معرض بحث میں آجائیں تو "نصیر اللغات" جیسی اہم کتابیں بھی ہمارے حافظے سے محو نہ ہونے پائیں۔

"غیاث اللغات" کے سائز پر نصیر اللغات کی یہ دونوں جلدیں بھی تقریباً اسی سال ہوئے جب نول کشور پریس لکھنؤ میں چھپی تھیں اور اب قطعاً کمیاب ہیں۔ ان دونوں جلدوں کی ضخامت ۵۷۶ صفحات ہے (پہلی جلد ۳۳۶ پر مشتمل ہے دوسری ۲۴۰ پر) غیاث کی طرح یہ دونوں جلدیں بھی تین کالمی صفحات پر شایع کی گئی ہیں۔ سرورق صرف پہلی جلد میں ہے جس پر لکھا ہوا ہے۔

"یہ کتاب فوائد انتساب مفید طلبۂ علوم معقول و منقول کارآمد مدرسان مدارس و اسکول جامع جمیع اللغات مصطلحات اعنی

نصیر اللغات

ترجمہ اردو

غیاث اللغات

اردو کا یہ ترجمہ منشی محمد نصیر الدین (بن شمس الدین خاں بن سید علی خاں) نے دو سال میں کیا تھا جو ریاست دھار (مالوہ) کے رہنے والے تھے۔ ریاست دھار مالوے کی مشہور تاریخی مقام شادی آباد مانڈو کے قریب انضمام سے قبل ایک خود مختار ریاست اور اب مدھیہ پردیش کا جزو ہے۔

"نصیر اللغات" کی یہ دونوں جلدیں (غیاث کے سائز پر) پہلی بار نول کشور پریس لکھنؤ میں باہتمام [illegible] چھپی تھیں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ کتاب کی قیمت سرورق پر درج نہیں ہے۔ ترجمہ صاف اور سلیس ہے اور ترجمے میں ان اصولی خصوصیات کا پورا تحفظ کیا گیا ہے جو "غیاث" کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہیں۔ (ناظم سیتاپوری)

اترپردیش کی لسانی کمیٹی کی رپورٹ پر انجمن ترقی اردو (ہند) کی رائے

کرپلانی کمیٹی کے تقرر کے وقت جو توقعات پیدا ہوئی تھیں شاید وہ پوری نہ ہوئیں۔ یہ کمیٹی اردو داں طبقہ میں پھیلے ہوئے احساس مایوسی کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہی ہے۔ جو کارنامہ اس نے انجام دیا ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ریاستی حکومت کی موجودہ لسانی پالیسی کو حق بجانب ثابت کرے۔ ہمیں توقع تھی کہ یہ کمیٹی ریاستی حکومت کی موجودہ پالیسی پر اب تک عمل درآمد نہ ہونے کا پتہ لگائے گی۔ نیز مرکزی اور ریاستی حکومت کی اعلان کردہ پالیسی کی روشنی میں اردو کے فروغ کے لیے مفید اور ٹھوس تجاویز پیش کرے گی۔ سہ لسانی فارمولے پر جس طرح اترپردیش میں عملدرآمد ہو رہا ہے۔ اس سے ریاست کے اردو داں طبقہ میں سخت تشویش پیدا ہوگئی ہے۔ ہمیں امید ہے ذیل میں پیش کیے جانے والے خیالات کی روشنی میں ریاستی حکومت اپنی لسانی پالیسی پر نظرثانی کرے گی۔

انجمن کو کامل یقین ہے کہ ریاستی حکومت اردو کی ہمت افزائی کے لیے جو اقدامات کرے گی وہ ہندی کی سرکاری زبان کی حیثیت پر اثرانداز نہ ہوں گے بلکہ ہندی کے لیے اور زیادہ فائدہ مند ہوں گے۔

مکتب، مدرسے اور اسلامیہ اسکول

(۱) انجمن یہ محسوس کرتی ہے کہ کمیٹی کی یہ سفارش کہ مکتبوں اور مدرسوں کو اردو ذریعہ تعلیم کے اسکولوں میں تبدیل کر دیا جائے اصل مسئلہ سے چشم پوشی کرنا ہے۔ انجمن کو بنیادی طور پر اس بات سے دلچسپی ہے کہ اردو کے ذریعہ تعلیم دینے کی سہولتیں نہ صرف باقی رکھی جائیں بلکہ ان کو اور پھیلایا جائے۔ سفارشات (۱ تا ۳) اس مسئلہ کا کوئی حل پیش نہیں کرتیں اس کے برخلاف یہ سفارشات ارکان حکومت کی توجہ ایسے بیسک (ابتدائی) اسکول کھولنے کی طرف سے ہٹا دیں گی جس میں ذریعہ تعلیم اردو ہو اور اس طرح ایک طبقہ کے لوگوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا موجب ہوں گی۔

بیسک (ابتدائی) اسکول

جہاں تک بیسک (ابتدائی) اسکولوں کا تعلق ہے تجربہ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ درجہ میں دس اور اسکول میں چالیس طلبہ کے فارمولے کو اردو میں تعلیم دینے کی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے ایک ضروری شرط قرار دینا اردو داں طبقہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے تمام علاقوں میں جہاں اردو جاننے والے خاصی تعداد میں ہوں، یا تو اردو ذریعہ تعلیم کے ابتدائی اسکول کھولے یا موجودہ اسکولوں میں ہی اردو میں تعلیم دینے کا انتظام کرے۔ یہ بندوبست اس وقت تک نہ ختم کیا جائے جب تک کافی آزمائش کے بعد اس کے مفید یا غیر مفید ہونے کا پتہ نہ چل جائے۔ (۱۴)

(۳) دوسرے علاقوں میں ایسے رجسٹر کھولے جائیں جہاں اردو پڑھنے کے خواہشمند اپنا نام پیشگی درج کرا سکیں اور یہ نگرانی رکھی جائے کہ ایسے اندراجات کیے بھی جا رہے ہیں یا نہیں۔

(۴) ہم اس بات سے متفق ہیں کہ درجات ۱ تا ۸ کی تمام درسی کتابوں کے اسباق کی زبان سادہ اور مشترک ہو لیکن محاورات، تذکیر و تانیث اور نظر کی مخصوص ہیئت کی وضاحت کا خیال رکھا جائے تاکہ اردو کا مزید مطالعہ کرنے کے خواہشمند طلبہ کے لیے مناسب بنیاد کا کام دے۔

ہماری رائے ہے کہ درجات ۱ تا ۸ کی ہندی اور اردو درسی کتابوں کی منظوری اردو اور ہندی کے مشہور ادیبوں کے ایک مشترکہ بورڈ سے لی جائے۔ (۱۶)

(۵) ہمیں اس سفارش سے اتفاق نہیں ہے کہ دو طرح کے رسم الخط میں لکھنا اور ہر سبق کو صفحہ بہ صفحہ دیوناگری میں لکھنا اس حالت میں کہ طالب علم کو صرف ایک رسم خط سیکھنا ہے مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ طالب علم کی طبیعت کو مطلوبہ زبان کو مناسب طور پر سیکھنے سے اچاٹ کر دے گا۔ (۱۷)

(۶) ہمیں اس سفارش سے اتفاق ہے کہ اس طرح کا انتظام کیا جائے کہ دونوں زبانیں جاننے والے اساتذہ کافی تعداد میں موجود رہیں۔ اس کے ساتھ ہی الفاظ کی فارسی رسم الخط میں تخطیط کا بھی انتظام ہونا چاہیے۔ (۱۸)

ثانوی تعلیم

(۷) ریاست کے موجودہ تعلیمی ڈھانچے میں ایک بھی ثانوی مدرسہ ایسا نہیں ہے جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو۔ ہم اس سفارش سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ ریاستی زبان کو ہی ثانوی مدارس میں ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے باقی رکھا جائے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ بات فلسفہ تعلیم کے تمام مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ سفارش مرکزی حکومت کی اعلان کردہ پالیسی، ۱۹۴۹ء میں ہونے والی ریاستی وزرائے تعلیم کی کانفرنس کی رائے اور لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی سفارش کے بھی خلاف ہے۔ حسب ضرورت ایسے ثانوی اسکولوں کا قیام جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو اور ہندی زبان کا مطالعہ بھی لازمی ہو نہایت ضروری ہے۔ کمیٹی نے جو سوالنامہ جاری کیا تھا اس میں بھی مزید وہ یہ بات مان لی گئی تھی۔ (۱۹)

(۸) اس بات کی کڑی نگرانی ہونی چاہیے کہ اترپردیش کے تعلیمی بورڈوں کے امتحانوں کے پرچوں کا جواب جو طلبا اردو میں دینا چاہیں انھیں اس سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی جائے بالخصوص اس وقت جب کہ ان پرچوں کا جواب علاقائی زبان کے علاوہ کسی زبان میں دیا جا سکتا ہو۔ (۲۰)

(۹) ہمیں اس سفارش سے اتفاق ہے کہ اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھائے جانے کی سہولتیں ان مدرسوں کے ثانوی درجوں میں بھی فراہم کی جائیں جہاں ایسے طلبہ کی تعداد کم از کم ۵ ہو۔ (۲۱)

(۱۰) ہمارا دعویٰ ہے کہ سہ لسانی فارمولے میں تیسری زبان کی حیثیت سے ایک سے زیادہ زبانوں میں تعلیم دینے کی گنجائش موجود ہے۔ اترپردیش میں جس طرح

اس فارمولے پر عمل درآمد کیا گیا ہے اس کی جتنی بھی نکتہ چینی کی جائے کم ہے۔ تیسری زبان کا انتخاب طلبہ کی اکثریت کی بنیاد پر کیا جانا اس فارمولے کے مقصد ہی کو فوت کر دینا ہے ہمیں یقین ہے کہ اردو کو تیسری زبان کی حیثیت سے انتخاب کرنے کی خواہش لوگوں میں وسیع پیمانے پر موجود ہے۔ اس لیے اس راہ میں جو بھی رکاوٹیں ہوں ان کو دور کیا جائے۔ جب بھی پانچ طلبا اردو پڑھنا چاہیں تو اس کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ (۲۲)

(۱۱) ہمیں اتفاق ہے کہ ثانوی درجوں میں اردو زبان کی درسی کتابوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ (۲۳)

(۱۲) ٹریننگ کالجوں میں زبانوں کی تعلیم، خواہ وہ مادری زبان ہو یا کوئی اور زبان، لسانی تعلیم کے اصولوں کی روشنی میں دی جاتی ہے اگر وضاحت کے لیے متعلقہ زبان سے کافی مثالیں نہ پیش کی جائیں تو زبان کی تعلیم کا کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اردو کو خاص مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کے لیے بالکل اسی طرح معقول انتظام کیا جائے جیسا انگریزی اور ہندی زبانوں کی تعلیم کے لیے کیا گیا ہے۔ (۲۴)

نظم و نسق

(۱۳) اس معاملے میں کڑی نگہداشت کی ضرورت ہے تاکہ رجسٹریشن مینول کی ان دفعات پر مکمل عمل درآمد ہو سکے جن کا حال ہی میں اعلان ہوا ہے اور رجسٹری کرانے کے لیے دستاویزات کو فارسی رسم الخط میں پیش کرنے میں دقت نہ ہو۔ (۱)

(۱۴) ہم اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ عدالتوں میں عام طور پر اردو میں درخواستیں پیش کیے جانے کی سہولتیں موجود ہیں۔ یہ کہنا کہ اکا دکا ہی ایسی مثالیں ہیں جہاں اس بارے میں حکومت کی ہدایات پر عمل نہ ہوا ہو حقیقت کو گھٹا کر بیان کرنا ہے۔ ہمیں اس بات سے اتفاق نہیں کہ سرکاری عمال ان ہدایات کی مجموعی طور پر پابندی کر رہے ہیں۔ (۲)

(۱۵) جب بھی ضرورت ہو سرکاری کاغذات کی نقلیں اردو زبان اور اردو رسم الخط میں دی جائیں۔ (۳)

(۱۶) ایسی تحصیلوں اور میونسپل علاقوں میں جہاں لسانی اقلیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی خاصی تعداد ہو خاص اہمیت کے سرکاری اعلانات کو اقلیتی زبان میں شائع کرنے کے کام کو ناقابل عمل کہہ کر کمیٹی نے ریاستی تنظیمی کمیشن کی پیش کردہ سفارشات کو جنہیں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل ہے نظر انداز کر دیا ہے۔ کسی میونسپل علاقہ یا تحصیل کو ایک الگ اکائی ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سوال صرف اس بات کا ہے جس علاقہ میں اکثریت جو زبان بولتی ہو سرکاری کاغذات اس زبان میں رکھے جائیں خواہ وہ تحصیل ہو یا میونسپل علاقہ۔ جنوبی منطقہ کی کونسل نے اس سفارش کی معقولیت کو تسلیم کر کے اس پر عمل درآمد کیے جانے کی سفارش کی ہے۔ (۴)

(۱۷) چند ضروری قوانین اور ضابطوں کے خلاصہ کو رسالہ "بنیادی دور" میں چھاپ دینا ہی کافی نہیں کیوں کہ یہ رسالہ صرف چند پڑھے لکھے اور ادبی ذوق رکھنے والے لوگ ہی پڑھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام اہم قوانین اور ضابطے من و عن اتر پردیش گزٹ میں اردو میں بھی چھاپے جائیں۔ (۵)

(۱۸) یہ اصول کہ درخواستوں کے جواب اسی زبان میں دیے جائیں جس میں درخواست پیش کی گئی ہے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ حکومت کو سختی کے ساتھ اس پر عمل کرانا چاہیے۔ عام طور پر درخواست دہندہ صرف اسی زبان کو سمجھتا ہے جس میں درخواست پیش کی گئی ہے اور اگر اس کی درخواست کا جواب اسی زبان میں نہ دیا گیا تو وہ اس کو سمجھ نہ سکے گا جس کے نتائج اس کے حق میں خطرناک نکل سکتے ہیں۔ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ بغیر کسی قصور کے کوئی شخص محض اس بنا پر ان نتائج سے دوچار ہو کہ وہ اس زبان سے واقفیت نہیں رکھتا جس میں اس کی درخواست کا جواب دیا گیا اور وہ شخص اس کو خاطر خواہ طور پر جواب کا مفہوم سمجھا نہ سکا جس کے پاس وہ مدد کے لیے گیا تھا۔ (۹)

(۱۹) اس مسئلہ میں متعلقہ مسائل کو ٹھیک سے سمجھا نہیں گیا ہے۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار سے صاف ظاہر ہے کہ ریاست اتر پردیش کے بعض علاقوں میں اردو بولنے والے لوگوں کی خاصی آبادی ہے۔ ریاستی حکومت نے جو ایسے اضلاع کی نشان دہی بھی کر دی ہے جہاں اردو کو بعض مخصوص مقاصد کے اظہار کے لیے تسلیم کر لیا گیا ہے ہمیں نہیں معلوم کہ ان اضلاع میں اہم ضمنی قوانین اور اعلانات اردو میں جاری کیے جا رہے ہیں یا نہیں۔ ہمارے علم میں تو کم از کم ایسی کوئی مثال نہیں۔ ایسی ہدایات جاری کی جائیں کہ اس بات پر عمل درآمد ہو اور دوسرے مقامی بورڈوں کے پاس بھی احکامات بھیجے جائیں کہ جہاں اردو بولنے والے ۳۰ فی صدی یا اس سے زیادہ ہوں وہاں ضروری سرکاری اعلانات اور احکامات اردو میں جاری کیے جائیں۔ کمیٹی کی یہ توقع اور اس پر اظہار اطمینان کہ ایسے اضلاع جن کی بابت ریاستی حکومت نے مان لیا ہے کہ وہاں اعلانات اور قواعد و ضوابط اردو میں چھاپے جائیں ایسا ہی ہوگا غیر حقیقت پسندانہ ہے۔ (۷)

ملازمتوں کی بھرتی

(۲۰) کسی بھی اقلیتی زبان کو بولنے والے تمام امیدوار کسی نہ کسی منزل پر ہندی پڑھ چکنے کی وجہ سے کسی نہ کسی حد تک ہندی سے واقف ہوتے ہیں۔ اس لیے ہندی کے لازمی پرچہ میں ان کا امتحان غیر ضروری ہے۔ حکومت بہار نے یہ دیکھ کر کہ اس پرچہ کا کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ اس سے ترقی کے دروازے کو ٹھیس لگتی ہے اس پرچہ کو ختم کر دیا ہے۔ (۲۰)

(۲۱) ہم اس نظریہ کی پوری حمایت کرتے ہیں کہ امیدواروں کو بھرتی کر لینے کے بعد ریاستی سرکاری زبان میں ان کی قابلیت کا امتحان لیا جائے کیوں کہ ریاستی سرکاری زبان میں ہر امیدوار کو مناسب استعداد رکھنا ضروری ہے۔ امیدواروں کو ملازمت پر اس وقت تک مستقل نہ کیا جائے جب تک وہ قابلیت کے اس امتحان میں کامیاب نہ ہوں۔ (۳)

ادیبوں کی ہمت افزائی

(۲۲) ہمیں اتفاق ہے کہ ہندی "ادب فنڈ" کا نام بدل کر "ادب فنڈ" کر دیا جائے۔ (۱)

(۲۳) اردو ادیبوں کو اپنی تصانیف کی طباعت کے لیے مالی امداد دینے والی مشاورتی کمیٹی کے ارکان میں اردو کے ان مشہور اہل علم اور ادیبوں کو بھی شامل کیا جائے جو سرکاری ملازم نہیں۔ (۲)

(۲۴) امداد و انعامات اور مشکلات میں گھرے ہوئے ممتاز اردو اہل قلم کو مالی مدد دینے والی کمیٹی میں بھی اردو کے ان مشہور ادیبوں کو جو سرکاری ملازم نہیں بحیثیت ممبر شامل کیا جائے۔ (۳)

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پبلشر [illegible]، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا